شادمانی کی لہریں اٹھتی ہوئی دیکھیں یا یوں کہئے کہ مرحوم کے اخلاق کی تصویر آپ کی تربت پر سایہ ڈال رہی تھی۔

مدرسہ کی حالت دارالحدیث رحمانیہ کی فکر تھی کہ اس کا آل کیا ہوگا۔ بحمد اللہ اسکو سابق دستور پایا طلبا ویسے ہی بعزت سبق وطبق پا رہے ہیں۔ علماء اُسی خوش دلی سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ تمام مدرسین وملازمین مدرسہ کو اسی طرح سرگرم عمل پایا جیسے مرحوم کی زندگی میں خصوصاً شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ صاحب سلمہ ربہ ومولوی محمد بشیر صاحب سلمہ ربہ ومولوی نذیر احمد صاحب مدیر محدث کی نسبت تو صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ اس مدرسہ کی خدمات کو اپنا خاص ذاتی کام سمجھتے ہوئے مصروف تندہی وجان نثاری ہیں۔

اب مدرسہ کی باگ انتظام واہتمام عزیزم میاں شیخ عبدالوہاب صاحب رئیس اعظم نے اپنے پُرہمت ہاتھوں میں لی ہے۔ آپ مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلکر ان کی ان روایات کو زندہ رکھیں گے جن کو سنکر دنیا ان کی تعریف کر رہی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات جناب میاں صاحب عطاء الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(از حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب شمس محمدی فیض آبادی)

رفت از دارِ فنا شیخ عطاء الرحمٰن ؎ آنکہ زو مدرسہ رحمانیہ را بود قیام
دولتش وقف برائے علماء وطلبا ؎ بلکہ خود ذات گرامیش شدہ وقف مدام
ہمتش بود وسیع آنکہ بصد عجز ونیاز ؎ سر بسجدہ بدرِ خالقِ کونین دوام
از وفاتش شدہ مجروح دل احبابش ؎ بلکہ اغیار گرفتارِ غم ورنج تمام
فکر تاریخ چو کردم شدہ از غیب سروش ؎ باغ فردوس بریں نیک آرام

۱۹۳۸ء

دیگر

آہ ہم سے چھٹا۔ تھا جو حق کی عطا ؎ سایہ اس کا اٹھا۔ تھا جو ظل ہما
مدرسہ کی بنا اس کی ہمت پہ تھی ؎ اور سب بار اس کی گردن پہ تھا
عالموں کا خیال اور عزت تمام ؎ اُس نے اس طرح کی مرحبا مرحبا
طالب العلم سب اسکے مدحت کناں ؎ ان کو عزت سے آرام دیتا رہا
یک بیک رشتۂ زندگی توڑ کر ؎ دارِ فانی سے دارِ بقا کو چلا
اپنے احباب واولاد طلاب کو ؎ داغ اپنا وہ دیکر جہاں سے گیا
شمس تاریخ کی فکر میں غرق تھا ؎ کہنے ہاتف لگا۔ باغ فردوس جا

۱۳۵۷ھ